بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة يوسف

(۲)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وَرَاوَدَتۡهُ الَّتِیۡ هُوَ فِیۡ بَیۡتِهَا عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَغَلَّقَتِ الۡاَبۡوَابَ وَقَالَتۡ هَیۡتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیۡۤ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدۡ هَمَّتۡ

اور یوسف جس عورت کے گھر میں تھا، وہ اُس پر ڈورے ڈالنے لگی۔ اُس نے (ایک دن) دروازے بند کر لیے اور بولی: آ جاؤ۔ یوسف نے کہا: خدا کی پناہ، وہ میرا آقا ہے[۳۴]، اُس نے مجھے خاطر سے رکھا ہے۔ (میں یہ کروں تو جانتا ہوں کہ) ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پایا کرتے۔ (حقیقت یہ ہے کہ) اُس

۳۴؎ یعنی تمھارا شوہر میرا آقا ہے۔ اِس کے لیے اصل میں لفظ 'رَبِّیۡ' استعمال ہوا ہے۔ یہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے لیے آتا ہے، اُسی طرح مالک اور آقا کے لیے بھی آتا ہے۔ عربی زبان میں 'رب المال'، 'رب البیت' اور 'رب الدار' وغیرہ کی ترکیبیں عام استعمال ہوتی ہیں۔ زبان میں ایسے الفاظ کی مثالیں کم نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں اور بندوں کے لیے بھی، لیکن دونوں صورتوں میں اُن کے مفہوم بالکل الگ الگ ہوتے ہیں۔ تاہم یہ سوال ضرور کیا جا سکتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اِس موقع پر خدا کا حوالہ دینے کے بجائے زلیخا کو اُس کے شوہر کا حوالہ کیوں دیا؟ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''...حضرت یوسف کے اِس فقرے پر غور فرمائیے تو معلوم ہو گا کہ اِس میں بڑی نفسیاتی بلاغت ہے۔ جذبات

بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا

عورت نے تو یوسف کا ارادہ کر ہی لیا تھا، وہ بھی اگر اپنے پروردگار کی برہان[۳۵] نہ دیکھ لیتا تو اُس کا ارادہ کر لیتا[۳۶]۔ اِسی طرح ہوا تاکہ ہم اُس سے برائی اور بے حیائی کو دور رکھیں، اِس لیے کہ وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھا۔۲۳-۲۴

وہ دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف بھاگے[۳۷] اور (یوسف کو روکنے کی کوشش میں) عورت نے

سے اندھی اور خدا اور آخرت سے ایک بے خبر عورت کے سامنے خدا اور آخرت کا وعظ، ظاہر ہے کہ بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف تھا۔ اُس کے ہیجان کو اگر کچھ ٹھنڈا کیا جا سکتا تھا تو اِسی فقرے سے کیا جا سکتا تھا جو حضرت یوسف نے فرمایا۔ اُس میں اگر شرافت کی رمق بھی ہوتی تو وہ ضرور سوچتی کہ ایک یہ نوجوان ہے جو اپنے آقا کی معمولی سی مہربانی سے اتنا متاثر اور اُس کی آقائی کا اِس کو اتنا اہتمام ولحاظ ہے کہ میری بے محابا دعوت کے باوجود اُس کے ساتھ کوئی بے وفائی کرنا اپنی دنیا اور عاقبت، دونوں کی بربادی تصور کرتا ہے اور ایک میں ہوں کہ اُس کی بیوی ہوں، میں نے اپنے آپ کو اُس کی زوجیت میں دیا ہے، اپنی عصمت کا اُس کو مالک بنایا ہے، اُس کے گھر کی ملکہ بنی بیٹھی ہوں، اُس کے مال پر مالکانہ متصرف ہوں، لیکن اُس کے ساتھ وفاداری کا یہ حال ہے کہ اُس کے زرخرید غلام کو اِس طرح ہوس سے اندھی ہو کر دعوت عشق دے رہی ہوں۔'' (تدبر قرآن ۴/۲۰۵)

۳۵؎ اِس سے وہ نور یزدانی مراد ہے جو ہر انسان کی فطرت میں ودیعت ہے، لیکن اِس طرح کے موقعوں پر نمودار اُنھی کے لیے ہوتا ہے جو اُس کی قدر کرتے اور زندگی کے ہر موڑ پر اُس کی رہنمائی قبول کرتے ہیں۔ اُن کے لیے یہ اِس قدر قوی ہو جاتا ہے کہ اِس طرح کی صورت حال میں اُنھیں نفس اور شیطان کے حملوں سے بچا لیتا ہے جو زلیخا کی ترغیب کے نتیجے میں ایک ۱۸، ۲۰ سال کے غیر شادی شدہ نوجوان کے لیے پیدا ہو گئی۔

۳۶؎ اِس لیے کہ یوسف علیہ السلام بھی انسان ہی تھے اور اگرچہ نبوت کے لیے منتخب ہو چکے تھے، مگر اِس کے نتیجے میں انسانی خواہشات، جذبات اور احساسات اُن سے سلب نہیں کر لیے گئے تھے۔

۳۷؎ یعنی یوسف اپنے آپ کو فتنے سے بچانے کے لیے بھاگے تو عورت بھی پیچھے دوڑی تاکہ اُنھیں روک لے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ ﴿۲۹﴾

اُس کا کرتا پیچھے سے (کھینچ کر) پھاڑ دیا۔[۳۸] دروازے پر دونوں نے اُس کے شوہر کو موجود پایا۔ (اُسے دیکھتے ہی) عورت نے کہا: جو تیری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے، اُس کی سزا اِس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ قید کیا جائے یا اُسے کوئی اور دردناک سزا دی جائے؟ یوسف نے کہا: اِسی نے مجھے پھانسنے کی کوشش کی تھی۔ (معاملہ آگے بڑھا تو) عورت کے اپنے خاندان کے لوگوں میں سے ایک شخص نے (قرینے کی) شہادت پیش کی کہ اگر یوسف کا کرتا آگے سے پھٹا ہو تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے، اور اگر اُس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو عورت جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے۔ پھر جب شوہر نے دیکھا کہ یوسف کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو بول اٹھا کہ یہ تم عورتوں کے فریب ہیں، اِس میں شبہ نہیں کہ تمھارے فریب بڑے غضب کے ہوتے ہیں۔[۳۹] یوسف، اِس بات کو جانے دو، اور اے عورت، تو اپنے گناہ کی معافی مانگ، اصل میں تو ہی خطا کار رہی ہے۔ ۲۵-۲۹

۳۸؎ دوڑتے ہوئے کسی شخص کا کرتا پکڑ کر اُسے روکنے کی کوشش کی جائے گی تو پورا امکان ہے کہ یہی صورت پیش آجائے۔

۳۹؎ یہ واضح طور پر اِس بات کا ثبوت تھا کہ اقدام یوسف علیہ السلام کی طرف سے نہیں، بلکہ زلیخا کی طرف سے ہوا ہے۔ اِس پر شوہر کو جیسا کچھ غصہ آیا ہوگا، اُس کا اظہار اُس نے اِس آخری جملے میں کیا ہے۔ استاذ امام کے الفاظ میں، گویا زلیخا کے اِس فعل نے تنہا اُس کو نہیں، بلکہ اُس کی پوری جنس کو اُس کے شوہر کی نگاہوں میں کیاد اور مبغوض بنا دیا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰھَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا
اِنَّا لَنَرٰهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَکْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ
لَهُنَّ مُتَّکَاً وَّاٰتَتْ کُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِکِّیْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ
اَکْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ ﴿۳۱﴾

شہر کی عورتیں (آپس میں) چرچا کرنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام پر ڈورے ڈال رہی ہے۔ وہ اُس کی محبت میں فریفتہ ہوگئی ہے۔ ہمارے نزدیک تو وہ کھلی حماقت میں مبتلا ہے[۴۰]۔ (شاید نہیں جانتی کہ اِس طرح کے لوگ فریب سے رام کیے جاتے ہیں)۔ سو اُن کے اِس فریب کا حال جب اُس عورت نے سنا تو اُس نے اُنھیں بلا بھیجا[۴۱] اور اُن کے لیے ایک مجلس آراستہ کی[۴۲] اور اُن میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دی[۴۳] اور یوسف سے کہا کہ اِن کے سامنے آجاؤ۔ پھر جب عورتوں نے اُس کو دیکھا تو اُس کی عظمت سے مبہوت ہوگئیں[۴۴] اور (اپنی بات اُس سے منوانے کے لیے) اپنے ہاتھ جگہ جگہ سے

۴۰؎ اِس فقرے میں ملامت، شماتت اور ادعا کے جو پہلو مضمر ہیں، وہ ہم نے اِس کے بعد قوسین کی عبارت سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اِن کی تفصیل فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''...اُن کا مطلب یہ تھا کہ اول تو یہی بات بڑی عجیب ہے کہ ایک اعلیٰ عہدہ دار کی بیگم ہو کر اپنے غلام کے پیچھے اپنے کو خوار کرے۔ پھر اِس سے بھی عجیب تر ماجرا یہ کہ اُس کو بھی رام نہ کر سکے۔ یہیں سے اِس ملامت کے اندر یہ مضمون بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ عورت احمق ہے کہ بدنام بھی ہوئی اور نامراد بھی رہی، اگر کہیں ہم ہوتے تو ایک ہی غمزے میں یوسف کو ایسی پٹخنی دیتے کہ اُن کی پارسائی کی ساری دھوم ختم ہو جاتی۔'' (تدبر قرآن ۴/۲۰۸)

۴۱؎ اِس لیے بلا بھیجا کہ یہ عورتیں بھی اپنے ہنر آزما دیکھیں تاکہ اِنھیں اندازہ ہو جائے کہ جس شخص کے مقابل میں وہ ناکام رہی ہے، اُس کے لیے اِن کے عشوے، غمزے، چرتر اور فریب کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

۴۲؎ اصل میں لفظ 'مُتَّکَاً' آیا ہے۔ یہ اُس مجلس کے لیے آتا ہے جو گاؤ تکیوں سے آراستہ کی جائے۔ اُس زمانے کے مصر میں امرا کی مجلسیں بالعموم اِسی طریقے سے آراستہ کی جاتی تھیں۔

۴۳؎ آگے کے مضمون سے واضح ہے کہ یہ چھری اُنھی عورتوں کی فرمایش پر اور اُس چرتر کے لیے دی گئی جس سے وہ یوسف علیہ السلام کو رام کرنا چاہتی تھیں۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ وَلَئِنْ لَّمْ
یَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَلَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ

زخمی کر لیے،[۴۵] (لیکن ناکام رہیں) اور بالآخر پکار اُٹھیں کہ حاشا للہ،[۴۶] یہ آدمی نہیں ہے، یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔[۴۷] اُس نے کہا: یہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کر رہی تھیں۔ بے شک، میں نے اِسے رجھانے کی کوشش کی تھی، مگر یہ بچ نکلا۔ تاہم میں جو کرنے کے لیے اِسے کہہ رہی ہوں، اِس نے اگر نہیں کیا تو ضرور قید کیا جائے گا اور ذلیل ہو گا۔[۴۸] (اِس پر) یوسف نے دعا کی کہ پروردگار، قید خانہ

۴۴؎ اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت یوسف کیسے جوان رعنا تھے اور سیرت و اخلاق کی پاکیزگی نے اُن کی رعنائی شخصیت کو دلربائی کے کس مقام تک پہنچا دیا تھا۔

۴۵؎ اصل میں فعل 'قَطَّعْنَ' آیا ہے۔ یہ 'قطع' سے تفعیل ہے جو تکثیر کے لیے آ گیا ہے۔ ہم نے ترجمہ اِسی کے لحاظ سے کیا ہے۔

۴۶؎ یہ تنزیہ کا کلمہ ہے اور اُس وقت بولا جاتا ہے، جب کسی الزام سے براءت مقصود ہو۔

۴۷؎ یہ قرآن نے اپنے اسلوب کے مطابق چند فقروں میں ایک پوری داستان سمیٹ دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام سامنے آئے تو حسن و جمال اور پاکیزگی و تقدس کے ایک پیکر کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر پہلے تو دنگ رہ گئیں، پھر ذرا سنبھلیں اور چونکہ بڑے دعوے اور طنطنے کے ساتھ آئی تھیں، اِس لیے اپنے چلتر آزمانا شروع کیے۔ جب اندازہ ہو گیا کہ اُن کی سب ادائیں، غمزے اور عشوے ناکام ہو رہے ہیں تو دھمکی دی کہ نہیں مانو گے تو ہم یہیں جان دے دیں گی۔ چنانچہ اپنی اِس دھمکی کو سچ ثابت کرنے کے لیے اُن میں سے بعض نے اپنے ہاتھ جگہ جگہ سے زخمی کر لیے۔ لیکن جب یہ حربہ بھی کامیاب نہیں ہوا تو پکار اُٹھیں کہ یہ آدمی نہیں ہے، یہ تو کوئی فرشتۂ یزدانی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''ان بیگمات کا یہ اعتراف حضرت یوسف کی کمال درجہ تعریف بھی ہے اور اپنی شکست کے لیے ایک عذر بھی۔ اِس کے اندر یہ مضمون بھی مضمر ہے کہ اگر ہم اُن کو جیت نہ سکے تو اِس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہمارے فن یا ہمارے حسن و جمال میں کوئی نقص تھا، بلکہ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں مقابلہ ایک معزز فرشتہ سے کرنا پڑا، جبکہ ہمارے سارے اسلحے صرف انسانوں ہی پر کارگر ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۲۱۰)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ وَاِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّیۡ کَیۡدَہُنَّ اَصۡبُ اِلَیۡہِنَّ وَاَکُنۡ مِّنَ
الۡجٰہِلِیۡنَ ﴿۳۳﴾ فَاسۡتَجَابَ لَہٗ رَبُّہٗ فَصَرَفَ عَنۡہُ کَیۡدَہُنَّ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۴﴾

مجھے اُس چیز سے زیادہ پسند ہے جس کی یہ مجھے دعوت دے رہی ہیں۔ اِن کے فریب کو اگر تو نے مجھ سے دفع نہ کیا تو میں اِن کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور اُن لوگوں میں شامل ہو رہوں گا جو جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہیں[۴۹]۔ سو اُس کے پروردگار نے اُس کی یہ دعا قبول کر لی اور اُن کا فریب اُس سے دفع کر دیا۔ بے شک، وہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ ۳۰-۳۴

یہ سرگذشت اِس درجہ ایجاز و اختصار کے ساتھ کیوں نقل کی گئی ہے؟ اِس کا سبب غالباً یہ ہے کہ قرآن نے اِسے اپنے شایانِ شان نہیں سمجھا کہ اُن خرافات کی تفصیل کرے جو حضرت یوسف کا دل جیتنے کے لیے وہاں ہوئی ہوں گی۔

[۴۸] یہ ایک مزید دھمکی ہے۔ زلیخا نے پہلے بڑے تیکھے انداز میں عورتوں کے ادعا کا جواب دیا ہے، پھر صاف کہہ دیا ہے کہ میں اِس کی جان چھوڑنے والی نہیں ہوں۔ اِس لیے یہ اپنی روش پر قائم رہا تو لازماً جیل کی ہوا کھائے گا۔ اِس کے معنی یہ تھے کہ ہوس کی محبت دھمکی بھی دے رہی ہے اور اپنے سب حربوں میں ناکام ہو جانے کے بعد اپنی ناکامی کا انتقام لینے کا فیصلہ بھی کر رہی ہے۔ حضرت یوسف کے لیے یہ ایک نئی آزمایش تھی جس سے وہ اب دوچار ہونے والے تھے۔ زنانِ مصر کی اِس مجلس سے اُس زمانے کے مصر کی اخلاقی حالت کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اِس طرح کے معاملات میں وہ دورِ حاضر کی تہذیب سے کسی طرح کم ''ترقی یافتہ'' نہیں تھے۔

[۴۹] یہ بڑے عجز کے ساتھ خدا سے مدد کی التجا ہے جو اپنے ایمان و اخلاق کو بچانے کے لیے پوری طاقت نچوڑ دینے کے بعد اُن کی زبان پر آ گئی ہے۔ آگے وضاحت ہے کہ یہ دعا فوراً قبول ہو گئی۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ جب بندہ شیطان کے مقابلے میں اِس حد تک استقامت دکھانے کے بعد اپنے آپ کو اپنے پروردگار کے آگے ڈال دیتا ہے تو اُس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور فوراً قبول ہوتی ہے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org